مسلمانوں کے لیے مشن

یورپ میں مسلمانوں تک رسائی کا دروازہ تیزی سے بند ہو رہا ہے

کے ون پائی کچ (KEWIN PIECUGH) کی مندرجہ ذیل نیوز رپورٹ "کرسچین ٹوڈے" میں شائع ہوئی تھی۔ ہم اس کا مکمل متن یہاں پیش کر رہے ہیں۔

تین مسلمان لڑکیوں کو جب چادر (اسلامی دوپٹہ) اوڑھنے پر پیرس کے مضافاتی اسکولوں سے ان کے گھروں کو بھیج دیا گیا تو اس موضوع پر بحث نے فرانسیسی معاشرے کے ہر گھر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس واقعہ کی بڑے پیمانے پر اشاعت نے مغربی یورپ میں اسلام کے روزافزوں کردار کو نمایاں کیا۔ اہل یورپ جہاں اپنے درمیان موجود 60 لاکھ مسلمانوں کو کھپانے کی کوشش کر رہے ہیں وہاں چرچ اور مسیحی تبلیغی اداروں کو مشن کے اس نئے بڑے میدان میں تبلیغ کے موزوں طریقے نہیں مل رہے۔ ان تبلیغی اداروں کو پہلے ہی لادینی یورپی معاشروں تک پہنچنے کا چیلنج درپیش ہے اور اکثر اعتراف کرتے ہیں کہ ان کی کارکردگی اس ضمن میں نہ ہونے کے برابر ہے۔

1960 کی دہائی میں جب یورپی حکومتوں نے نوآبادیاتی سلطنتوں پر سے اپنا تسلط ختم کیا تو افریقہ اور ایشیا سے سینکڑوں اور ہزاروں مسلمان زیادہ محفوظ زندگی کی تلاش میں یورپ کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ شروع شروع میں انہیں اہل یورپ نے اپنا مہمان سمجھا ان کا خیال تھا کہ یہ لوگ آخرکار اپنے گھروں کو لوٹ جائیں گے۔ لیکن امیگریشن پالیسیوں میں سختی اور بے روزگار کارکنوں کو اپنے گھر واپس جانے کے لیے دی جانے والی مالی ترغیبات کے باوجود مغربی یورپ میں مسلمانوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔

چونکہ اکثر یورپی ملکوں میں کم شرح پیدائش کی وجہ سے آبادی گھٹ رہی ہے اس لیے کچھ مبصرین نے اس خدشے کا اظہار کیا ہے کہ آبادی کے فطری انداز میں نشوونما کے نتیجے میں مسیحی یورپ بالآخر اسلام کے پیکر میں ڈھل جائے گا۔ تاہم اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ یورپ کے اسلامی جمہوریتوں کا مجموعہ بن جانے کا خطرہ بہت کم ہے۔ یورپی مسلمان مختلف النوع اسلامی فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں مختلف ممالک سے آئے ہیں۔ مزید برآں یورپ کی لادینی ثقافت مسلم تارکین وطن کی دوسری نسل کے تشخص کو بری طرح متاثر کر رہی ہے۔ تاہم جیسے ہی مسلمان یورپی معاشرے میں جم جاتے ہیں۔ ان کا اثر و نفوذ محسوس

ہونے لگتا ہے اور اس اثر و نفوذ کے خلاف مزاحمت شروع ہو جاتی ہے۔

تارکین وطن کے خلاف جذبات

پیرس سے چھپنے والے اخبار "لی ماندے" کے مطابق فرانس میں مسلمانوں کی تعداد 25 لاکھ ہے۔ جو مغربی یورپ میں آباد کسی بھی دوسری قوم سے کہیں زیادہ ہے۔ زیادہ تر مسلمانوں کا تعلق شمالی افریقہ سے ہے جو 1962ء میں الجزائر کی آزادی کے بعد فرانس سے آئے۔ جنوبی فرانس میں مارسیلز جیسے شہروں میں شمالی افریقہ کے باشندے کل آبادی کا 28 فیصد ہیں۔ جنوبی فرانس تارکینِ وطن مخالف جذبات کا گڑھ ہے۔ 1988ء کے صدارتی انتخابات میں فرانس کے 14 فیصد رائے دہندگان نے نیشنل فرنٹ کے حق میں ووٹ دیئے۔ جو ملک کے اقتصادی مسائل کے حل کے لیے شمالی افریقہ کے باشندوں کی جبری واپسی اور اسی طرز کے سخت اقدامات کی حامی جماعت ہے۔

چرچ کے راہنماؤں نے مسلمانوں کے ساتھ بے رخی اور مخاصمت پر نکتہ چینی کی ہے۔ اسی کے ساتھ فرانسیسی کیتھولکوں اور پروٹسنٹوں نے مسلمانوں میں تبلیغ کی چند کوششیں بھی کیں ہیں۔ جتنا کچھ بھی کام بہرحال ہوا ہے وہ امریکی بنیاد رکھنے والے ایوانجلیکل الائنس مشن (TEAM) اور عرب دنیا کے مسیحی اداروں (MINISTRIES) نے سرانجام دیا ہے۔

کارکنوں کی قلت

منسٹری سنٹر برائے مسلمانان (ASSEMBLIES OF GOD) کے لین برٹلوٹی (LEN BARTLOTTI) کا کہنا ہے کہ مغربی جرمنی میں مسلمان "قابلِ رسائی لیکن نظر انداز کردہ" لوگ ہیں۔ 15 لاکھ کی تعداد میں مغربی یورپ میں یہ دوسری بڑی مسلم آبادی ہے۔ ان کی عظیم اکثریت کا تعلق ترکی سے ہے اور یہ مغربی برلن اور فرینکفرٹ ایسے بڑے شہروں میں رہتے ہیں۔ برٹلوٹی نے بتایا کہ ایک شہر میں ایک لاکھ تارکین وطن میں شہادت (عیسائی مذہبی عبادت) ادا کرنے کے لیے فرد واحد بھی موجود نہیں ہے۔ کارکنوں کی قلت میں اس حقیقت نے اضافہ کر دیا ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت جرمن شہروں کے ایسے پسماندہ حصوں میں رہتی ہے جہاں بہت کم چرچ پائے جاتے ہیں۔

مشنوں کا کام بنیاد پرستی کی وجہ سے مزید مشکل ہوگیا ہے۔ جس نے مسلم دنیا کو اپنی

لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ جرمن مشن ایجنسی اورینٹ ڈاینسٹ (ORIENTDIENST) نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ دو سال کے عرصے میں مغربی جرمنی میں اپنے آپ کو "مذہبی" خیال کرنے والے مسلمانوں کا تناسب 58فیصد سے بڑھ کر 70فیصد ہوگیا ہے۔

آپریشن موبلائزیشن (OPERATION MOBLIZATION) نے ترک تارکینِ وطن میں انجیل کے مطالعے کا آغاز کردیا ہے۔ تاہم اس کے نمائندوں کی رپورٹ کے مطابق وہ سابق مسلمانوں کو حلقۂ دوستی کی صورت میں منظم کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ جرمن چرچوں کا بڑا گروہ اس قسم کی مبلغانہ سرگرمیوں پر گاہے بگاہے نکتہ چینی کرتا رہتا ہے۔ وہ اس خدشے کا اظہار کرتا ہے کہ اس طرز کی سرگرمیاں بین المذہبی تعلقات کو نقصان پہنچائیں گی اور نسلی گروہوں میں سماجی انتشار کا سبب بنیں گی۔ تاہم برلن میں اقلیتوں کی وزارت نے جرمنی میں ایوانجلیکل چرچ اور پریسبیٹرین چرچ (PRESBYTERIAN CHURCH) امریکہ کو یکجا کردیا ہے یہ دونوں چرچ باضابطہ طور پر انجیل مقدس کی تعلیمات پھیلانے اور معاشرے کی خدمات بجالانے میں مصروف ہیں۔

عہدوں کے لیے امیدواری

برطانیہ میں مسلمانوں کی تعداد کا اندازہ 10 اور 20 لاکھ کے درمیان ہے۔ ان میں سے دو تہائی بھارت، پاکستان اور بنگلہ دیش سے آئے ہیں۔ مسلمان، برطانیہ کے سیاسی اور تعلیمی ڈھانچوں میں روزافزوں چڑھائیاں کررہے ہیں۔ تمام بڑی سیاسی جماعتیں عوامی عہدوں کے لیے مسلمان امیدوار کھڑا کرتی ہیں۔

مزید برآں زبانی مطالبات نے حکومت کو مجبور کردیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو اپنے ذاتی سکول قائم کرنے کی اجازت دے۔ جس کی اس سے پہلے صرف کیتھولکوں اینگلیکنس (ANGLICANS) اور میتھوڈسٹس (METHODISTS) کو تھی۔ اسلامی تنظیموں کا مزید مطالبہ یہ ہے کہ ریاستی سکول اسلامی مذہبی تعلیم کا اجرا کریں اور مسلم والدین کو اجازت دیں کہ وہ اپنے بچوں کو جنسی تعلیم کی کلاسوں، ناچنے کے اسباق یا کسی بھی "غیر اسلامی" سرگرمی سے الگ رکھ سکیں۔

دیگر یورپی ممالک کی طرح برطانیہ میں صرف چند چرچ ایسے ہیں جو مسلمانوں میں تبلیغی کام کررہے ہیں۔ پیپل انٹرنیشنل منسٹری (PEOPLE INTERNATIONAL MINISTRY) کے نیوز لیٹر کی رپورٹ کے مطابق اکثر عیسائی وہ علاقے خالی کرچکے ہیں جہاں تارکین وطن آباد ہیں اور وہ چرچ کی عمارتیں بھی اپنے پیچھے چھوڑ گئے ہیں جن میں سے اکثر کو۔ مشنری ولیم کیرے کے

سابقہ باپٹسٹ چرچ سمیت۔ مساجد میں تبدیل کیا جاچکا ہے۔

یورپ میں اسلام کی موجودگی عیسائیوں کو ایک نادر موقع مہیا کرتی ہے کہ وہ مشرق وسطیٰ میں کسی ظلم اور انتقامی کارروائی سے بے خوف ہو کر مسلمانوں پر شہادت دے سکیں۔ تاہم صرف چند ہی مشنریاں ایسی ہیں جنھوں نے اپنی کوششوں کا رخ مسلمانوں کی جانب موڑ دیا ہے۔ جیسے جیسے اسلامی ثقافتی اور مذہبی ادارے زیادہ تعداد میں تشکیل پا رہے ہیں۔ اسی رفتار سے آبادی کی اکثریت میں تبلیغ کے امکانات معدوم ہو رہے ہیں مشن کے راہنماؤں کا کہنا ہے کہ یورپ میں مسلمانوں تک رسائی کا دروازہ بڑی تیزی سے بند ہو رہا ہے۔

مسیح کا پیغام مسلمانوں تک۔ رویے میں ہم آہنگی کی ضرورت ہے

بروس براڈشاہ (BRUCE BRADS SHOW) امریکی تنظیم مارک

MISSION ADVANCED RESEARCH AND COMMUNICATION CENTRE

کا سٹاف ممبر ہے۔ اس نے مشنری کی حیثیت سے تین سال صومالیہ میں گزارے۔ ذیل کا مضمون اس کی ذاتی رائے ہے۔ جو "مارک نیوزلیٹر" میں شائع ہوا۔

اسلامی ثقافت میں انضمام نمود و نمائش سے ماورا ہے۔ یہ ذہن کی تجدید کا تقاضا کرتا ہے۔ میں ایک مسلم ملک میں مقیم تھا ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے لحم خنزیر (HAMS) کے بند ڈبوں کا ایک کریٹ امریکہ سے موصول ہوا ہے۔ یہ خواب اپنے مقصد سے متعلق میری مایوسیوں، امریکی ثقافتی علامات کے زیاں، مقامی مذہبی پابندیوں پر بے صبری اور اپنی ذات میں ارتکاز کی ایک علامت تھا۔ کیا اس خواب نے میری ان کوششوں کی حوصلہ شکنی کی تھی جو میں اپنے اردگرد کے لوگوں میں گھل مل جانے کے لیے کر رہا تھا۔ نہیں بلکہ اس نے میری نگاہوں کو خارجی پہلوؤں سے ماوراء تک پہنچا دیا تھا اور ایک عظیم سچائی کی قدر و قیمت کو سمجھنے کی طرف متوجہ کیا، وہ یہ کہ میں اپنے ذہن کی تجدید کروں۔

نیم شعوری طور پر میں نے غلط چیزوں پر اپنی توجہ مرکوز رکھی تھی۔ خوراک، لباس اور رہائش کو ماحول کے مطابق ڈھالنا کسی غیر ملکی ثقافت میں بود و باش کا ابتدائی مرحلہ ہے۔ تاہم ہمیں اپنے ذہنوں کی تجدید پر مزید توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ تاکہ ہم مسیح کے ذہن کو زیادہ موثر طور پر دوسروں تک منتقل کر سکیں۔

"اپنے ذہن کی تجدید کے ذریعے اپنے اندر تبدیلی لاؤ۔ تاکہ تم ثابت کر سکو کہ خدا کی مرضی